مولانا وحیدی الحسینی

تیسری
قسط

عربی ہی ام الالسنہ کیوں؟

اس تاریخی دعوی کے مزید دلائل حسب ذیل ہیں :-

تاریخِ بابل واشور کا مصنف ولیم راجرس اپنی تاریخ میں لکھتا ہے :

"امم سامیہ کا مسکن عرب ہے جہاں سے وہ نکل کر انتقال مکان کے لیے موجیں مارتے ہوئے آباد و سرسبز قطعہ کی تلاش میں بابل و الجزیرہ میں اور نیز بعید قطعۂ مغربی یعنی کنعان میں پھیل گئے" صفحہ ۳۰ ج ۱

مشہور مستشرق شریڈر اس نظریہ کی تشریح کہ سامی قومیں عرب سے پھیلی ہیں، ان الفاظ سے کرتا ہے :

"شمالی سامی قومیں یعنی ارمنی، بابلی اور کنعانی جنوب میں اپنے دوسرے بھائیوں سے جدا ہو کر ایک متحدہ جماعت کی صورت میں بابل آئے۔ وہاں باہم ایک مدت تک اجتماعی حالت میں رہے۔ ارمنی سب سے پہلے اس جماعت سے الگ ہوئے ہوں اور اس کے ایک معقول زمانہ بعد کنعانی اور سب سے آخر میں اشوری۔ عین اسی وقت میں ان [illegible]

© rasailojaraid.com

سے بعض قوموں کی ہجرت جنوبی سمت میں واقع ہوئی۔ شمالی عربوں کو عرب وسطی میں چھوڑتے ہوئے یہ ہجرت گزیں جزیرہ نمائے عرب کے سواحل پر آباد ہوئے، جہاں سے ان کی ایک جماعت دریا کو عبور کر کے افریقہ پہنچی اور حبشہ میں خیمہ زن ہوئی"۔ ۱۲

یورپ کے ان جدید محققین سے کئی صدیوں پہلے مشہور عالم فلسفی مؤرخ علامہ ابن خلدون خود اس کی تصریح کر چکے ہیں:۔

وکان لهذه الامم ملوك ودول في جزيرة العرب واستدت ملكهم فيها الى الشام ومصر في شعوب منهم۔ (تاریخ العبر ۲۵ ج ۲)	ان اقوام میں بہت سے بادشاہ گزرے ہیں اور ان کی عرب میں حکومتیں ہوئیں جن کے بعض قبائل کا سلسلۂ حکومت مصر و شام تک وسیع ہو گیا تھا۔

ایسے ہی قدیم مورخ ابن قتیبہ المعارف میں اس کی صراحت کر چکا ہے:۔

فمنهم العماليق امم تفرقوا في البلدان ومنهم فراعنة مصر والجبابرة (صفحہ ۱۰)	ان ہی میں سے عمالیق ہیں جو متعدد قوموں کا مجموعہ تھے جو ممالک میں متفرق ہو کر پھیلے منجملہ ان کے مصر و بابل کے بادشاہ ہیں۔

غرض عرب قومیں یہی ہیں جو انقلابات و حوادث سے برباد ہو گئیں۔ قوم عاد عرب بائدہ میں سب سے باجبروت قوم اور سب سے بڑا وسیع قبیلہ تھا جنھوں نے بیرون عرب بابل و مصر میں عظیم الشان حکومتیں قائم کیں۔ عمالیق عاد ارم کی شاخیں تھیں، آرامی عنصر ان میں غالب تھا۔ خود عربی زبان میں آرامی الفاظ بہ کثرت پائے جاتے ہیں۔ عاد اول کو عاد اور عادِ ثانیہ کو ثمود کہا جانے لگا:۔

وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَ اۨلْاُوْلٰى ۝ وَثَمُوْدَ فَمَآ اَبْقٰى ۝ (سورۃ النجم)	اسی خدا نے عاد اول کو برباد کیا اور قوم ثمود کو باقی نہ رکھا۔

یہ پُرجوش قومیں عاد و ثمود یمن و حضرموت و احقاف سے نکل کر بابل و شام و سینا اور ایران و افریقہ تک پہنچ کر تاج و تخت کی مالک ہوئیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يقال انهم انتقلوا من	کہا جاتا ہے کہ عاد و عمالیق بابل سے جزیرۃ
جزيرة العرب من بابل لما	عرب میں اس وقت چلے آئے جب بنو حام نے ان
زاحمهم فيها بنوحام نزلوها	کی مزاحمت کی۔ یہ لوگ عراق سے نکلنے کے زمانے
(الحجاز) ايام خروجهم من	میں بنو حام کے بادشاہ سے بھاگ کر حجاز چلے آئے
العراق امام النمارده من بني حام۔	(کتاب العبر صفحہ ۱۹ جلد ۱)

ابن خلدون

خود ایران میں عربوں کا ایک خاندان ہزار سال تک حکومت کرتا رہا۔ امام طبریؒ نے اس کی تصریح کی ہے :۔

وبلغنا ان الضحاك هو	ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ضحاک ہی نمرود
نمرود وان ابراهيم ولد في	تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی کے زمانے میں
زمانه وانه صاحبه الذي	پیدا ہوئے۔ اور یہی تھا جس نے آپ کو جلانے کا
اراد احراقه۔ (طبری صفحہ ۲۰۵)	قصد کیا تھا۔

تحقیقات جدیدہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ عرب سامیہ کے ایک خاندان نے عراق پر حکومت کی۔ بابل کے آثار و حضریات کے قدامت کے پردے کو چاک کر دیا ہے اور بابل اور اسیریا کا ہر پتھر درحقیقت ان کی تاریخ کا ایک صفحہ ہے۔ ارضِ بابل کے کتبات سے عیاں ہوتا ہے کہ پہلے سومری واکادی قوم آباد تھی۔ رفتہ رفتہ ۲۸۰۰ ق م میں سامی اقوام کی آمد شروع ہوئی اور سیاسی قوت حاصل کر کے حکومت قائم کی۔ پھر سامریوں نے جدید طاقت حاصل کی جس کا عیلامیوں کے ہاتھوں خاتمہ ہوا۔

عیلامیوں کو مٹا کر پھر سامی قوت کا ۲۴۰۰ ق م میں عروج شروع ہوا جن کا مشہور بادشاہ حمورابی ہوا جس کے احکام پتھروں پر کندہ ملے۔ (ارض القرآن صفحہ ۱۳۸)

ایسے ہی فراعنہ مصر کا ایک بڑا خاندان انھیں سامی قوموں سے وابستہ تھا جو وہاں صدیوں اورنگ نشیں حکومت رہے۔

امام طبریؒ کی روایت اپنی مشہور عالم تاریخ میں حسب ذیل ہے :۔

وانه ملك على مصر اخاه سنان	عمالیق بادشاہ شام نے اپنے بھائی سنان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابن علوان وھو اول الفراعنۃ — ابن علوان کو مصر پر بادشاہ بنایا۔ یہ مصر کا پہلا
ولانہ کان مصر حین قدمھا — فرعون تھا۔ حضرت ابراہیمؑ جب مصر گئے تو اس
ابراھیم خلیل الرحمٰن (صفحہ ۲۰۲ جز ۱) — وقت یہی فرعونِ مصر تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام سے دو ہزار (۲۰۰۰) برس پہلے مصر پر جس اجنبی قوم نے قبضہ کیا تھا ان کو اہلِ مصر "سوس" یا "ہیک سوس" کہتے ہیں، جس کے معنیٰ راعی (چرواہے) کے ہیں۔ چوپانی نہ صرف عرب بلکہ تمام امم سامیہ کا قومی و ملکی پیشہ ہے۔ قدرت نے اسی چوپانی سے جہانبانی تک پہنچا کر ان کو قوموں کا حکمراں بنایا۔

سامی قوموں میں مصر کا فاتح اول شدّاد یا سلاط تھا جس کے خاندان نے تقریباً پانچ سو برس تک اس کو زیرِ نگیں رکھا۔ (صفحہ ۱۴۹)

دنیا کی تاریخ میں سب سے اہم بحری و تجارتی قوم فنیقی قوم تھی جو بحر ابیض کے کنارے آباد تھی۔ یہ دنیا کی سب سے پہلی تاجر اور ایشیا سے یورپ تک تہذیب و تمدن اور مال و متاع لے جانے والی قوم سمجھی جاتی ہے۔ اس نے مشرق و مغرب میں تجارتی سامان ہی کو نہیں پہنچایا، تہذیبی اثرات کا بھی باہمی تبادلہ کیا۔ مؤرخین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہی وہ قوم ہے کہ جس نے قدیم یورپ میں تہذیب کی روشنی پیدا کی، اس نے ایک طرف افریقہ کی زمین شور میں قرطاجنہ (کارتھیج) میں تمدن کی تخم ریزی کی اور دوسری طرف یورپ کے برفستانی (یونان) میں تہذیب و تمدن کا چراغ جلایا۔ فنیقی قوم کو تورات میں آرامی کہا گیا ہے۔ ان کی زبان و مذہب اور رسوم تمام تر سامی ہیں جس سے ان آرامی عربوں کی دیگر اقوام کے مقابلہ میں اوّلیت و فضیلت کا ثبوت ملتا ہے۔

یورپ کا سب سے پہلا متمدن ملک یونان جس کے علوم و فنون، فلسفہ و ادب، تہذیب و تمدن کے شور نے آسمان کو سر پر اٹھا لیا ہے، آپ کو حیرت نہ ہونی چاہیے کہ یہ سارے علوم و خط اور تمدن فنیشیا سے ماخوذ ہیں اور وہیں سے اس نے مراحلِ ترقی کو طے کر کے خود کو اقوامِ عالم میں بلند درجہ تک پہنچایا۔

مستشرقین نے قدیم عربی و یونانی کے تجارتی الفاظ اور لوازم تمدن کی اصطلاحات کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اشتراک سے برخود غلط نتیجہ نکالنے کی سعی کی ہے کہ یہ عربی زبان یونانی زبان کی مرہون منت ہے اور ان اصطلاحات میں قدیم عربی یونانی کی خوشہ چیں ہے۔ حالانکہ تاریخ میں دنیا کی قدیم قوموں میں فنیقی (کنعانی) قوم سب سے پرانی قوم ہے جس نے سینۂ بحر کو چاک کرتے ہوئے مشرقی تہذیب کی سوغات کو یورپ تک پہنچایا۔ ٹھیک اسی طرح جب کہ قرون مظلمہ (تیرھویں چودھویں صدی عیسوی) میں اندلس کے عربوں نے تحقیق علوم اور تجسس اشیا (سائنس) کے نئے ذوق علمی سے یورپ کو آشنا کیا۔ اگر قرطبہ و غرناطہ اور اشبیلیہ کے دار العلوم (یونی ورسٹیز) مسلمانوں کی روایتی فیاضی سے علوم و فنون کی اشاعت میں کام لیتے تو یورپ نشأۃ ثانیہ سے محروم ہوتا اور سائنس کی فتوحات و برکات سے دُنیا نابلد رہتی۔

بہر حال یونانی و عربی قدیم کی مشترکہ اصطلاحات اس قدیم رابطہ کی ترجمانی کرتی ہیں جو ہزاروں سال پہلے مشرق و مغرب کی ان دونوں قوموں میں قائم ہوا۔

سامی و عربی قوموں کے تہذیب و تمدن، حکمرانی و جہانبانی، تجارت و سوداگری کی ان طُول طویل تفصیلات کو ارض القرآن کی روشنی میں ہم نے اس لیے پھیلایا ہے کہ عربی زبان کی قدامت کا پس منظر ہماری آنکھوں کے سامنے بخوبی نمایاں ہو جائے تاکہ ہمارے دعوے کو محض خوش عقیدگی پر محمول نہ کیا جا سکے اور عربی اقوام کی سابقہ سرگرمیوں کی روشنی میں عربی زبان کا ماحول سامنے آجائے۔

(ب) ہم اصل مدعا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم کو سامی زبانوں کا رقبۂ اولین یا ابتدائی جغرافیہ طبعی کی وضاحت کرنا ہے۔ پھر ان کے انواع و اقسام اور مختلف لب و لہجہ کے اعتبار سے مختلف نام بتانا ہے تاکہ سامی زبانوں کا اجمالی نظریہ میں آجائے، اس کے بعد مسئلہ مبحوث عنہ پر گفتگو کرنا ہے۔

اس سلسلے میں اس حقیقت کو سب سے پہلے ملحوظ رکھنا چاہیے کہ وہ اقوام جو عرب و عراق وغیرہ میں آباد ہوئیں یہ سب کی سب سامی اقوام ہیں۔ لُطف یہ ہے کہ خواہ اس میں تورات کی تقسیم نسبی کا لحاظ رکھا جائے یا عُلمائے اَلسنہ کی تقسیم لسانی (ایرانی، تُورانی، سا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا علم الاقوام کے علماء کی تقسیم لونی (ابیض، احمر، اصفر) کا خیال رکھا جائے، ہر نوعیت اعتبار سے یہ جملہ قومیں ایک ہی جماعت میں داخل ہیں۔

البتہ بنو حام ان قبائل واقوام پر مشتمل ہوں گے جن کو توریت سام کی اولاد بتاتی ہے ن امم سامیہ کا اطلاق ان تمام قبائل واقوام پر ہوگا جو سامی بولتے تھے یا بولتے ہیں۔ ں خصوصیت کی بناء پر عیلام (جن کا مسکن خلیج فارس کے کنارے ہے) اور لود (جن کے سا ان کے قریب لودنا میں ہے) امم سامیہ سے خارج ہوں گے کہ ان کی زبان کبھی سامی ں - اور کنعان (فنیقیا) بابل اول، کوش (حبش) عموران وغیرہ کا امم سامیہ میں شمار ہوگا ان کی زبان ہمیشہ سامی رہی ہے۔ (دائرۃ المعارف صفحہ ۶۱۴)

اب یہ کہ سامی زبانوں کا جغرافیائی حلقہ کیا رہا اور ان قوموں یا قبیلوں کا مرکز سکونت ں رہا جو ہمیشہ سامی زبانیں بولتے رہے؟

تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ سامی زبانوں سے ان قوموں کی زبانیں مراد ہیں جو ایشیا جنوبی مغربی حصہ میں آرمینیہ (کردستان) سے لے کر بحر عرب تک اور خلیج فارس سے لے کر مر تک آباد رہیں۔ یہ تمام زبانیں حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند گرامی حضرت سام طرف اسی طرح منسوب رہیں جس طرح آریہ زبانیں حسب تقسیم و تصریح بائبل ان کے دوسرے یافث کی طرف ان کی نسبت دی جاتی رہی۔

پھر چونکہ سامی اقوام کا پھیلاؤ حسب سابق بہت وسیع علاقوں میں رہا، اس لیے آب و اور مرز و بوم نسلی خصوصیات، مقامی مؤثرات کے اختلاف کی وجہ سے ان کے لب و یں اختلاف کا پیدا ہونا ناگزیر تھا۔

چنانچہ آگے چل کر واقعۃً ان متحدہ زبانوں میں زبردست اختلاف پیدا ہوگیا۔ اور ، و مقام کے فرق و امتیاز اور طبعی خصوصیات کی وجہ سے سامی زبانوں کا شجرہ مختلف خوں میں بٹ گیا۔ کچھ زبانیں قبیلوں کے مورث اعلیٰ کی طرف منسوب ہوئیں تو کچھ زبانیں افیائی علاقوں کے لحاظ سے موسوم ہوگئیں۔

توراۃ کی تصریحات کے مطابق حضرت سام کے پانچ فرزند تھے:- عیلام[1]، ارفخشد[2]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لودؔ، اشور (اسیریا) اور آرام ۔ مؤخر الذکر صاحبزادے کی نسبت سے عربی کی قدیم شا
آرامی منسوب ہے ۔ قوم عاد وثمود وغیرہ انھیں کی طرف نسبت ہے :-

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے پروردگار

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (القرآن الحکیم) نے عاد ارم کے ساتھ کیا کیا جو ستونوں والے تھے ۔

ارفخشد کے بیٹے سلح ہوئے اور سلح سے عبیر پیدا ہوئے ۔ بنو عابر انھیں کی اولا
ہے جس میں بنی قحطان، بنی عدنان، بنی ابراہیم (بنی اسماعیل اور بنی اسرائیل) سب دا
ہیں کیونکہ عبر کے بیٹے یقطان (عربی قحطان) اور فلج تھے ۔ (تکوین باب ۹-۱۰)

فلج سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب ملتا ہے ۔

بہر حال عبرانی زبان جو عربی کی مشہور شاخ ہے جو بعد کو یہودیوں کی قومی زبان
اور جس زبان میں تورات شریف کو نازل ہونے کا شرف حاصل ہوا، وہ انھیں عابر
طرف منسوب ہے ۔

اسی طرح غالباً اشور سے اسیریا پیدا ہوئے اور پھر اس علاقہ کا نام سوریا (شا
ہو گیا اور شام والوں کی زبان سریانی کہلائی ۔

جغرافیائی لحاظ سے زبانوں کو اوّلاً دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے :- مشرقی[1]، مغر[2]
مشرقی زبانوں کی دو شاخیں ہیں :- بابلی[1] اور اشوری[2] ۔

اسی طرح مغربی زبانوں کی بھی دو قسمیں ہیں :- شمالی[1] ۔ جنوبی[2]

پھر شمالی کی دو شاخیں ہیں :-

(۱) کنعانی :- اس میں فنیقی و عبرانی وغیرہ شامل ہیں ۔

(۲) آرامی :- اس کی دو قسمیں ہیں :- آرامی[1] غربی ۔ جو فلسطین کے متاخرین
یہودیوں کی زبان ہے ۔ دوسری آرامی[2] شرقی ۔ یہ بابل کے یہودیوں
کی زبان ہے ۔ اس میں سریانی بھی ہے ۔

رہی مغربی سامی کی جنوبی شاخ ۔ اس کی بھی دو نوع ہیں :- ایک عربی[1] عدنانی یا
عرب متعربہ کی زبان ۔ دوسری عرب عاربہ کی زبان قحطانی[2] ۔ اس شاخ میں سبائی، حمیری اور حبشی ز
بھی شامل ہیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زبان سامی کی اس شاخ درشاخ قسموں میں جن زبانوں نے آگے بڑھ کر عروج و ترقی
اصل کی اور انھوں نے سامی زبانوں میں عرصۂ دراز تک اپنا سکہ جمائے رکھا، وہ تین
زبانیں یہ ہیں :۔ آرامی، عبرانی، عربی ۔

اس سامی خاندان کی زبانوں میں یہی ہر سہ زبانیں اہم ہیں۔ اگر ان زبانوں کی
اصل کا پتہ چل جائے تو ہمیں ام الالسنہ کے تعین کرنے میں زیادہ دشواری نہ ہوگی۔
اب السنۂ سامیہ کی عمروں کا تعین مستشرقین کی تحقیقات کی روشنی میں ہم پیش
کرتے ہیں ـــــ جس سے سامی اقوام کی تاریخی حیثیت کا اندازہ ہو جائے گا :۔

السنۂ سامیہ کی عمریں عام طور پر یہ بتائی جاتی ہیں :۔

(۱) بابلی ۳۰۰۰ ق م سے ۵۵۰ ق م تک (۲) عبرانی ۱۵۰۰ ق م
(۳) آرامی ۸۰۰ ق م (باعتبار کتابت) (۴) جنوبی عربی ۸۰۰ ق م (باعتبار کتابت)
(۵) فنیقی ۷۰۰ ق م " (۶) حبشی ۳۵۰ ق م "
(۷) عربی ۵۰۰ ق م " (ادب العرب صفحہ ۶۲)

ان محققین یورپ کی تحقیقات کے مطابق حبشی زبان کو چھوڑ کر سب سے جدید و نوعمر
زبان عربی ہی ہے جس نے ایک ہی صدی میں ان کے قول کے مطابق اس قدر فوری ترقی
حاصل کی کہ جملہ سامی زبانوں کی روشنیاں ماند پڑ گئیں اور پھر کوئی زبان اس کے فروغ
کے آگے نہ ٹھیر سکی۔

لیکن کیا یہ واقعہ ہے کہ ایک صدی ہی میں عربی تمام زبانوں کو ہضم کر گئی اور سب کو
جڑ سے اکھاڑ پھینکا ؟

حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ولادت مبارکہ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی۔
گویا آپ کی بعثت شریفہ سے کچھ پہلے عربی زبان عالم وجود میں آئی اور بیک جنبش قدم اس
نے صدیوں کے مراحل ارتقاء کو طے کر لیا اور جملہ علمی و مذہبی و انسانی ضروریات کی ایک دم
کفیل بن گئی ۔

اگر واقعتہً ایسا ہوتا تو اس کو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شمار کرتے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ علمی کی بدولت عربی زبان کی ترقی کا یہ حیرت انگیز معجزہ ظہور پذیر ہوا۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ خداوند قدوس نے زبانوں کو معجزات کے سہارے آگے نہیں بڑھایا ہے بلکہ عمومی قوانین فطرت کے ذریعہ ارتقاء و نشو ونما کی شکلیں عطا فرمائی ہیں۔

زبان کی پیدائش ضرور الہام ربانی سے ہوئی ہے لیکن آگے چل کر اس کی ترقیات انھیں اصولوں پر ہوئی ہیں جن کو علمائے السنہ نے ثابت کیا ہے۔

حیرت ہوتی ہے کہ وہی محققین جو دیگر زبانوں کی تحقیق وارتقاء میں صدیوں کی مدت کو ناکافی خیال کرتے ہیں۔ عربی زبان کی نوعمری کو ثابت کرنے کے لیے جملہ اصول و قواعد لغت کو کیونکر فراموش کر بیٹھتے ہیں۔

سامی زبانوں کی اس تقسیم کے بعد جو ابھی بیان کی گئی ہے اگر ہم جغرافیائی حیثیت سے ان زبانوں کی جملہ شاخوں پر نظر ڈالیں تو پھر لب ولہجہ کے اختلاف سے مزید اقسام بھی مل جاتی ہیں۔

سامی اقوام کے وہ مرکز جہاں ان کی تہذیب نے نشو ونما پائی کھلے طور پر تین[۳] نظر آتے ہیں :-

(۱) عرب (۲) بابل اور (۳) شام۔ اور انھیں تینوں مقامات کی زبانیں اپنے ملے ہوئے علاقوں میں پھلیں پھولیں اور ان کی متعدد شاخیں پھوٹ نکلیں۔

(۱) عربی میں آرامی، ثمودی، مدیانی، نبطی، عدنانی، سبائی، حمیری، حبشی وغیرہ داخل ہیں۔

(۲) بابلی میں آرامی، کلدانی، سریانی ہیں۔

(۳) آرامی، فنیقی، عبرانی، تدمری۔

جب بنو سام نے اپنے وطن اولین عرب میں قیام اختیار کیا تو سب کی ایک مشترک زبان ہوگی، سابقہ حوالہ جات کی روشنی میں یہ بات محقق ہوگئی ہے کہ سامی اقوام کا اولین مستقر عرب ہی تھا، اس لیے جغرافیائی اعتبار سے اس زبان کا نام عربی ہونا متعین ہوگیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیونکہ زبانوں کے تسمیہ میں عموماً اوطان کی طرف نسبت ہوا کرتی ہے۔

آگے چل کر ان میں سب سے زبردست خاندان عادِ ارم ہوا جس نے عرب، عراق (بابل) شام (سیریا) تک ممالک کو زیرنگیں کیا اس لیے عربی کی اہم شاخ آرامی ہوئی، چنانچہ خود مکّہ آرامی زبان کا لفظ ہے۔ عادِ ارم کے اس نامور قبیلہ نے ہر جگہ غلبہ وتسلط حاصل کیا اس لیے عرب و بابل و شام ہر جگہ ان کی زبان کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ عرب کے جملہ قدیم قبائل (جن کو تاریخ میں عرب بائدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے) ان کی یہی زبان تھی۔

عادِ ارم کے پہلے قبیلے (جس کو عادِ اول کہا جاتا ہے) کی یہی زبان تھی۔ عادِ ثانیہ (جن کو ثمود کہا جاتا ہے) ان کی زبان بھی عربی آرامی تھی۔ مستشرقین حضرات اس کو پروٹو عربک یعنی ابتدائی عربی کا نام دیتے ہیں یا ثمودی زبان کہتے ہیں جس کی بنیاد وہ کتبات ہیں جو شمالی عرب میں دستیاب ہوئے جو قوم ثمود کا مسکن تھا لیکن جب یہ واقعہ ہے کہ ثمود قوم عاد کا بقیہ ہے تو ان کی زبان عربی آرامی کو چھوڑ کر ثمودی کہنا کس طرح صحیح ہوگا؟

قدیم عرب مؤرخین نے اس زبان کا نام مسند بجائے رسم الخط کے رکھ چھوڑا ہے جیسا کہ یاقوت حموی معجم البلدان میں کہتا ہے:

فاھل المسند عاد وثمود و	مسند زبان والے عاد وثمود، عمالیق، جرہم،
العمالیق وجرھم وعبدبن ضخم وطسم	عبد بن ضخم، طسم، جدیس امیم ہیں۔ یہ لوگ وہ
وجدیس امیم فھم اولی من تکلم العربیة	ہیں جو سب سے پہلے عربی بولے۔ ان کی زبان مسند
بعد البلبلہ وسانھم المسند وکتابھم المسند۔	اور خط مسند ہے۔

لیکن حقیقت میں ان کی زبان آرامی عربی تھی لیکن خط مسند تھا۔ یہی خط اہل یمن کا تھا جس کے ہزارہا کتبات آثار قدیمہ کے مکتشفین نے نکال کر تاریخ یمن کا نیا باب کھولا۔

عرب بائدہ کی تباہی و بربادی کے بعد عربی زبان کی سب سے اہم تقسیم (جس کے اثرات بعد از اسلام بھی صدیوں تک رہے) قحطانی و عدنانی ہے، علمائے مغرب نے اس کی تقسیم جغرافیائی لحاظ سے شمالی وجنوبی حد بندی کے ذریعہ کی ہے لیکن یہ قومی تقسیم کے اعتبار سے بھی صحیح ہے اور عرب عاربہ وعرب مستعربہ کی نسلی امتیاز کی حیثیت سے بھی۔ جس میں حمیری زبان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صدیوں تک زندگی کے دور میں شریک رہی ۔

لیکن بعد میں قرآن حکیم کی عربی جس نے اس کی شعاعوں کو ماند کر دیا اور قرآنی زبان (جو قریش کی فصیح و بلیغ زبان تھی) جب آفتاب نصف النہار پر پہنچ گئی تو قحطانی زبانیں چھپ گئیں ۔ قحطانی زبانوں میں سبائی زبان قدیم تھی ۔ حبشی زبان (جو اصحاب الفیل کی زبان تھی) اسی کی جانشین تھی لیکن وہ بھی رمٹ مٹا کر صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو گئی ۔

اسماعیلی زبانوں میں حجازی، تدمری و سطی کے جیسی پیدا ہوئیں ۔ آخر کی دونوں زبانوں پر آرامی، عربی کے اثرات نمایاں تھے ۔ بلکہ تدمری تو عربی، حجازی کے برخلاف عبرانی سے اثر پذیر ہے ۔ ہاں نبطی زبان حجازی کے قریب رہی ۔ نبطی خط ہی کو قدیم حجازی اختیار کیا گیا اور غالباً کوفی خط اسی کی یادگار ہے ۔

تفصیلاتِ بالا سے ظاہر ہو گیا کہ لغات عربیہ کا ایک وسیع جنگل ہے جس کے اندر داخل ہو کر نکلنا آسان نہیں ہے اور یہ کہ ہم تک جو کچھ عربی لغات کا ذخیرہ پہنچا ہے وہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے جو فہرست لغات میں جگہ نہ پا سکا ۔ اور علامہ سیوطیؒ کے اس قول پر ایمان لانا پڑتا ہے :

ان لغۃ العرب لم ینتہ	عربوں کی زبان پوری کی پوری ہم تک نہ
الینا بکلیتها وان الذی	پہنچ سکی ۔ جو عربی الفاظ ہمارے یہاں محفوظ ہیں وہ
جاء نا عن العرب قلیل عن کثیر	غیر محفوظ کے مقابلے میں کم ہیں ۔ بہت سے الفاظ
وان کثیرا من الکلام ذھب	ان کے بولنے والوں کے مرجانے سے مرگئے ۔
بذھاب اھلہ ۔	(مزہر صفحہ ۴۳)

خود حجازی زبان (جو عدنانی زبانوں میں سب سے ممتاز و شیریں زبان تھی) مختلف لہجے اور مختلف بولیاں اپنے اندر رکھتی تھی ۔ لیکن ان میں قریش کی زبان سب سے زیادہ فصیح و بلیغ شہریوں میں سمجھی جاتی تھی اور قبیصہ بنو سعد کے دیہات میں اپنی سلاست و صفائی میں مشہور تھی ۔

لیکن وہ زبان جو معیاری اور مستند زبان کی حیثیت سے قبائل عرب میں قرار دی جاتی تھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ قریش ہی کی تھی۔ اسی مستند اور ٹکسالی زبان کو عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٍ کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ اس لیے حکمتِ خداوندی کا تقاضا ہوا کہ قریش کی زبان کو وحی الٰہی کی زبان سے مشرف کیا جائے :

اُنزل القراٰنُ بِلُغۃِ قریشٍ (الحدیث) قرآن حکیم قریش کی زبان میں نازل ہوا۔

اس حسن انتخاب کی وجہ بالکل ظاہر ہے کہ اسلام سے دو سو تین سو برس پیشتر سے قریش کا قبیلہ دوسرے قبیلوں سے اس اعتبار سے تمغۂ امتیاز رکھتا تھا کہ اپنے تجارتی تعلقات کی وجہ سے عرب کے گوشہ گوشہ سے واقف تھا بلکہ ہمسایہ اقوام کے تہذیب و تمدن اور ان کے اعلیٰ خیالات و جذبات سے آشنا تھا۔ قریش انسانی ضروریات کی گوناگوں اور شہری مدنی اشیاء کی فراوانی سے بھی واقفیت رکھتے تھے اس لیے ان کی زبان وسعت و ہمہ گیری کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ و بلند پایہ زبان بن گئی تھی۔

دوسرے یہ کہ عرب کے مذہبی مرکز کعبہ مکرمہ کے متولی ہونے کی وجہ سے ہر ہر قبیلہ کی زبان و محاورات سے بخوبی آشنائی تھی۔

شعرائے عرب اپنے مشاعراتی اجتماعات میں (جو تجارتی میلوں ٹھیلوں کے سلسلے میں منعقد ہوتے تھے) اپنے قصیدوں کو قریش ہی کے سامنے پیش کرتے تھے۔ جب یہاں مُہر تصدیق ثبت ہو جاتی تھی تو پھر اس کا چرچا پورے عرب میں پھیل جاتا تھا۔

عرب کے ہر خطہ کے شاعر تمام گوشوں سے سمٹ کر ایک نقطہ پر سمٹ آتے تھے اور ایسی زبان اختیار کرنا پڑتی جس کو سب سمجھ سکتے، یہی عام و مشترک زبان تھی جس کو قریش نے ایک خاص سلیقے میں ڈھال کر فصیح و شیریں بنایا۔ اسی لیے عام شعرائے عرب کی زبانوں میں رنگا رنگی کے باوجود ایک قسم کی ہم آہنگی و ہم رنگی پائی جاتی ہے۔

مُسلسل

© rasailojaraid.com